میلاد ابن کثیر

(مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

تالیف

حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی

متوفی ۷۷۴ھ/۱۳۷۳ء

ترجمہ وتقدیم وتخریج احادیث

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

ناشر

دار العلوم جائس

جائس، رائے بریلی، یو. پی.

(C) اس ترجمہ کے حقوق طبع ونشر بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب	**میلادابن کثیر**
مصنف	حافظ ابن کثیر
مترجم ومحقق	**سید علیم اشرف جائسی**
ناشر	دارالعلوم جائس، جائس، ضلع رائے بریلی، یو. پی.
باراول	اکتوبر ۲۰۰۴ء

☆☆☆

MEELAD-E-IBN-E-KATHEER

Author : Hafiz Abn-e-Katheer (1302--1373 A.D.)

Translated & Edited By :**Dr. Syed Alim Ashraf Jaisi**

Published By : Daarul Uloom Jais, JAIS Raebareli, U.P.

PIN-229305

Ph:05313-250282

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مترجم

نحمده و نصلي و نسلم علی حبيبه الكريم

میلاد شریف کی قدیم و جدید کتابوں کے ترجمے اور ان کے اشاعت کے سلسلے کی یہ دوسری کوشش ہے۔اس سے قبل شیخ عبداللہ ہرری حبشی حفظہ اللہ کی کتاب ''الروائح الزکیۃ فی مولد خیر البریۃ'' کے ترجمے اور اس کی اشاعت کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔اس موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''حسن المقصد فی عمل المولد'' اور سید محمد علوی مالکی مکی مد ظلہ کی تالیف '' حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف'' کا ترجمہ طویل تعلیقات اور مفصل تخریجات کے ساتھ زیر طباعت ہے۔

ان کتابوں کی اشاعت کا مقصد برکت وسعادت کا حصول بھی ہے،اوراس غلط فہمی کے ازالے کی ایک کوشش بھی کہ میلاد شریف ایک عجمی بدعت ہے، جو ماضی قریب میں شروع ہوئی ہے۔

میلاد شریف کی کتابیں لکھنے والے حافظان حدیث اور ائمہ کرام میں حافظ ابن کثیر،اور حافظ جلال الدین سیوطی کے علاوہ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (۷۷۷ھ-۸۴۲ھ)،حافظ عبد الرحیم عراقی (متوفی: ۷۲۵ھ) ، حافظ محمد بن عبد الرحمان سخاوی(۸۳۱ھ-۹۰۲ھ)صاحب الضوء اللامع،ملا علی قاری ہروی (متوفی:۱۰۱۴ھ) ، حافظ ابن دیبع شیبانی یمنی (۸۶۶ھ - ۹۴۴ھ)،حافظ ابن حجر عسقلانی،حافظ ابن حجر ہیثمی ،ابن جوزی،ابن عابدین شامی،مجد الدین فیروز ابادی صاحب القاموس وغیرہ شامل ہیں۔

بدعت اوراس کا مفہوم ومعنی

بدعت: یہ ایک ایسا لفظ ہے کہ عام وخاص سبھی کے زبان زد ہے، اور بڑی کثرت سے استعمال ہوتا ہے بالخصوص میلاد شریف کے حوالے سے یہ لفظ برابر سننے کوملتا ہے۔لہذا مناسب ہوگا کہ اصل کتاب کے آغاز سے پہلے اس کا مفہوم متعین ہوجائے۔یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کومنانا لغوی معنی میں ایک بدعت ہے۔اس لئے کہ یہ عمل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور نہ اس سے متصل زمانے میں۔یہ تو ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں شروع ہوا ہے۔لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ہر بدعت مذموم اور قابل نکیر ہے۔لغت میں بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ ہو.اورشریعت کے اعتبار سے بدعت وہ نیا کام ہے جس کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ہو۔اوراس طرح میلاد منانے کا عمل لغت کے اعتبار سے تو ایک بدعت ہے،لیکن شریعت کے اعتبار سے نہیں کیونکہ کتاب وسنت سے اس کے جواز بلکہ استحباب پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔

ابن العربی فرماتے ہیں کہ: ''بدعت اور محدَث فی حد ذاتہ مذموم نہیں ہے، بلکہ وہ بدعت مذموم ہے جوسنت کے مخالف ہے اور نئے کاموں میں سے صرف وہی قابل مذمت ہے جو گمراہی کی طرف لے جائے۔''

لہذا جوبھی نیا کام کتاب وسنت کے مخالف نہیں یا مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہو وہ حقیقت میں بدعت ہے ہی نہیں ، یہ بات امام بخاری اور امام مسلم (۱) کی اس حدیث سے سمجھی

جاسکتی ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو رد" یعنی جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔ یعنی وہ ایجاد جو دین کی روح و مقصدیت سے ہم آہنگ نہیں ہے وہ قابل ترک وملامت ہے۔

بدعت کی صحیح تعریف حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث سے بھی مفہوم وواضح ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غیر أن ینقص من أجورهم شیء، ومن سن فی الإسلام سنة سیئة كان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر أن ینقص من أوزارهم شیء" (۲) یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا تو اسے اس کا ثواب ملے گا اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا ثواب ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا تو اسے اس کا گناہ ملے گا اور اس کے بعد اس پر چلنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ملے گا، لیکن ان لوگوں کے اپنے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

بدعت مذموم کی وضاحت ترمذی شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: " من ابتدع بدعة ضلالة لا ترضی الله و رسوله كان علیه مثل آثام من عمل بها، لا ینقص ذلك من أوزار الناس شیئا" (جس شخص نے ایسی گمراہی والی بدعت شروع جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف ہو تو اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ اس پر پڑے گا، لیکن اس سے اُن عمل کرنے والوں کے گناہ میں کچھ کمی نہ

ہوگی۔)اسی کے مثل معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔(۳)

بخاری شریف میں باجماعت نماز تراویح کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول " نعم البدعة هذه" (۴) کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''راوی کا قول کہ حضرت عمر نے فرمایا: "نعم البدعة" اور بعض روایت میں تاء کی زیادتی کے ساتھ "نعمت البدعة" (۵) وارد ہوا ہے۔اور بدعت اصل میں وہ نوایجاد امر ہے جس کی سابق میں مثال نہ ہو اور شریعت میں اس کا اطلاق اس نوایجاد پر ہوتا ہے جو سنت کے مقابل ہو اور اس حال میں بدعت مذموم ہوتی ہے۔اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر بدعت شریعت میں مستحسن کے ضمن میں شامل ہو تو مستحسن ہے اور اگر قبیح کے تحت آئے تو قبیح ہے ورنہ پھر یہ مباح ہوگی (یعنی اس کا کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہوگا) اور کبھی احکام کی پانچ قسم کی طرح بدعت کی بھی تقسیم ہوتی ہے''(۶)

واضح رہے کہ احکام کی پانچ قسم سے ان کی مراد: فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام ہے۔

امام نووی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ: بدعت باء کے زیر کے ساتھ شریعت میں اس نوایجاد کام کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ رہا ہو یہ اچھی اور بری دونوں ہوتی ہے۔امام ابو محمد عبد العزیز ابن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ جن کی امامت وجلالت علمی اور مختلف علوم وفنون پر قدرت ومہارت پر اجماع ہے۔وہ کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: بدعت واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح ہوتی ہے اور اسے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے شریعت کے اصول وقواعد پر پیش کیا جائے اب اگر وہ ایجاب کے قواعد میں داخل ہو تو واجب، تحریم کے قواعد میں داخل ہو تو حرام اور اسی طرح مندوب ،مکروہ اور مباح ہوگی''۔(۷)

چند مستحب ''بدعتیں''

کتاب سنت اور سلف صالحین کے عمل میں بہت سے ایسے نو ایجاد کاموں کا ذکر ملتا ہے، جو لغوی اعتبار سے تو بدعت ہیں، لیکن اسلام کی چودہ سو برس کی تاریخ میں کسی نے انھیں شرعی نقطۂ نظر سے بدعت نہیں کہا ہے، بلکہ شاید کوئی اس کی جرأت بھی نہیں کرسکتا ہے۔ ایسا بھی نہیں کہ ان نو ایجاد کاموں کا مقصد دنیوی رہا ہو، بلکہ یہ خالص اخروی مقصد اور تقرب الی اللہ کے حصول کے لئے کئے گئے تھے۔ ان میں سے بعض نو ایجاد کام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے متبعین کی رہبانیت:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے:" و جعلنا في قلوب الذين اتبعوه رأفةو رحمة و رهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم إلا ابتغاء رضوان الله " (الحدید: ۲۷) یعنی اور ہم ان کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) پیروؤں کے دل میں نرمی و رحمت ڈال دی اور رہبانیت تو یہ انھوں نے ایجاد کیا تھا، اسے ہم نے ان کے لئے مقرر نہیں کیا تھا، انھوں نے ایسا اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نے کیا تھا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے حضرت عیسی کے ان امتیوں کی تعریف کی ہے جو رافت و رحمت والے اور رہبانیت کی ایجاد کرنے والے تھے۔ اور یہ رہبانیت انھوں نے ازخود ایجاد کی تھی نہ تو اللہ تعالی نے انھیں اس کا حکم دیا تھا اور نہ حضرت عیسی نے انھیں اس کی تعلیم دی تھی۔ یہ رہبانیت ان کی بدعت تھی بلکہ قرآن خود اسے بدعت کہہ رہا ہے (ابتدعوھا) لیکن بایں ہمہ بدیع السماوات والارض جل مجدہ اسے مقام مدح میں بیان فرما رہا ہے۔

۲۔ صحابی کا نماز میں نئی بات ایجاد کرنا:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں رِفاعہ بن رافع زرقی سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر "سمع الله لمن حمده" فرمایا تو جماعت میں سے ایک شخص نے "ربنا ولك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه" کہا، نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من المتكلم" یعنی بولنے والا کون ہے۔ اس شخص نے عرض کیا: مَیں، تو آپ نے فرمایا: "رأيت بضعة و ثلاثين ملكاً يبتدرونها أيهم يكتبها أول "(۸) میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس قول کو پہلے لکھنے کے لئے آپس میں سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۳۔ **حضرت خبیب کا قتل کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا:**

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خالص اخروی مقصد کے لئے تھا لیکن کیا ان کے پاس اس کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل تھی؟ یقیناً نہیں تھی۔ لیکن ان کے نزدیک یہ عمل بدعت تھا ہی نہیں کیونکہ شریعت کے مخالف نہیں تھا۔ اوران کے اسی نو ایجاد کام یا ''بدعت'' نے انھیں ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔(۹)

۴۔ **یحییٰ بن یعمر کا مصحف شریف پر نقطے لگانا:**

سلف صالحین کے قابل تعریف نو ایجاد کاموں میں سے قرآن کریم پر نقطوں کا لگانا بھی ہے۔ صحابہ کرام جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِملا کرانے پر وحی الٰہی کی کتابت کی تھی انھوں نے باء اور تاء اور ان جیسے دوسرے حروف کو بغیر نقطوں کے لکھا تھا، یوں ہی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف (قرآن کریم) کے چھ نسخے تیار کروائے تھے، جن میں سے ایک نسخہ

اپنے پاس رکھا تھا اور باقی کو مکہ مکرمہ اور بصرہ وغیرہ مختلف علاقوں میں بھجوایا تھا تو یہ مصاحف بھی بغیر نقطوں کے تھے۔ اور سب سے پہلے جس نے مصحف پر نقطے لگائے وہ ایک صاحب علم وفضل اور تقوی والے تابعی تھے جن کا نام یحییٰ بن یعمر تھا۔ ابوداؤد سجستانی اپنی کتاب ''کتاب المصاحف'' میں لکھتے ہیں کہ: ''مجھ سے عبداللہ نے ان سے محمد بن عبداللہ مخزومی نے، ان سے احمد بن نصر بن مالک نے، ان سے حسین بن ولید نے، ان سے ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: جس نے سب سے پہلے مصحف میں نقطے لگائے وہ یحییٰ بن یعمر تھے''۔ (۱۰)

۵۔ حضرت عثمان کا جمعہ میں ایک اذان کا اضافہ :

یہ وہ نیا کام ہے ہے جسے خلیفۂ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایجاد کیا ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف کی عبارت کا ترجمہ ہے کہ: ''مجھ سے آدم نے حدیث بیان کی ہے انھوں نے ابن ابی ذئب سے، انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جمعہ کے دن اذان اس وقت شروع ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا یہ حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے وقت میں رہا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عہد آیا اور لوگ بہت ہوگئے تو انھوں نے زوراء (۱۱) کے مقام پر ایک تیسری اذان کا اضافہ کیا''۔ (۱۲)

حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ: ''بخاری ہی میں وکیع عن ابن ابی ذئب کی روایت میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کے عہد میں جمعہ کے دن دو اذانیں تھیں، ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ ''اذانیں'' یعنی دو اذان کہنے سے ان کی مراد اذان اور اقامت ہے تغلیب کے طور پر ''اذانیں'' کہہ دیا، یا اس لئے کہ دونوں اعلان میں مشترک ہیں جیسا کہ اذان کے ابواب میں گزر چکا ہے''۔ (۱۳)

۶۔ حضور کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا:

بدعت حسنہ ہی میں سے حضور کے نام مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا بھی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور امراء کے نام جو خط لکھے ہیں ان میں یہ نہیں لکھا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ لکھا کرتے تھے: "من محمد رسول الله إلى فلان " محمد رسول اللہ کی جانب سے فلاں کی طرف۔

یہ ہیں چند نو ایجاد کام جو شرعی نقطۂ نظر سے مردود اور قابل مذمت نہیں بلکہ باعث اجر و ثواب ہیں۔ ان مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ ہر نیا کام بدعت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی نیا کام مقاصد شریعت اور کتاب وسنت کے کسی طرح مخالف نہیں ہے تو نہ وہ بدعت ہے نہ مردود و مذموم۔ اور اگر وہ کسی دینی مصلحت پر مبنی ہے، یا اس سے کسی شرعی ضرورت یا حاجت کی تکمیل ہوتی ہے، تو وہ نو ایجاد کام باعث ثواب بلکہ سنت کے عموم میں داخل ہوگا۔ اسے بدعت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ شارع علیہ السلام نے تو اسے سنت حسنہ کا نام دیا ہے" من سن فی الإسلام سنة حسنه" لہذا اسے بدعت کہنا خود ہی ایک بدعت ہے۔ علاوہ ازیں حسنہ اور سیئہ میں بدعت کی تقسیم کی بھی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بہت سے علمائے اعلام اور ائمہ کرام نے اس تقسیم کو اختیار کیا ہے اور پسند فرمایا ہے۔ جن میں سے کئی ایک کے نام گزشتہ صفحات میں بھی گزرے ہیں۔

اور رہی حدیث شریف" کل بدعة ضلالة" یعنی ہر بدعت گمرہی ہے۔ تو حضرت عرباض بن ساریہ سے مروی امام ابوداؤد کی یہ حدیث ''عام مخصوص'' ہے یعنی اس کے الفاظ عام ہیں لیکن معنی خاص ہے اور اس کا مطلب ہے ہر وہ نو ایجاد کام جو کتاب وسنت کے مخالف ہے وہ ضلالت و گمرہی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم شریف میں ایک دوسری توجیہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ:''اس سے مراد اکثر بدعتیں ہیں''۔

اور لفظ''کل''کے ساتھ تاکید کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یہ حدیث عام مخصوص نہیں ہوسکتی ہے،اس لئے کہ لفظ''کل''کے ساتھ بھی معنی کی تخصیص ہوتی ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے : " و تدمر كل شيئ" (احقاف:۲۵) یعنی (وہ ہوا) ہر چیز کو ہلاک و برباد کرتی تھی۔اس کے عموم میں کائنات کے تمام مظاہر شامل ہیں۔لیکن سب کی ہلاکت و بربادی نہ کتاب اللہ کی مراد ہے اور نہ واقع کے مطابق ہے۔ چنانچہ مفسرین نے اسے عام مخصوص مان کر اس آیت کی تفسیر بیان کی ہے۔جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے " مرت عليه" کی قید سے اس کے معنی کی تخصیص کی ہے۔یعنی وہ ہوا ان چیزوں کو برباد کرتی تھی جن پر سے یہ گزری۔علامہ ابن کثیر اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:" من بلادهم مما من شأنه الخراب" یعنی اس ہوا کی ہلاکت خیزی صرف قوم عاد کے علاقوں میں تھی،اور انھیں چیزوں تک محدود تھی جو ہلاک و برباد ہونے کے قابل تھیں۔(۱۴) یوں ہی حدیث شریف " كل بدعة ضلالة" (ہر بدعت گمرہی ہے) کے بارے میں بھی علماء نے فرمایا ہے کہ یہ عام مخصوص ہے،اور اس کا معنی ہے کہ ہر وہ بدعت گمرہی ہے جو کتاب وسنت اور آثار صحابہ کے مخالف ہے،اور صرف اسی تخصیص کے ذریعے حضرت جریر سے مروی مسلم شریف کی حدیث(من سن في الإسلام...) اور دوسری بہت سی احادیث شریفہ سے اس حدیث کے تعارض کو دور کیا جاسکتا ہے۔اور صحابۂ کرام وتابعین عظام کے بہت سے نوایجاد کاموں اور ان کی اولیات کی تاویل کی جاسکتی ہے۔

میلاد شریف بھی ایک ایسا ہی نوایجاد عمل ہے جو بے شمار دینی مصلحتوں اور فائدوں پر مبنی ہے اسی لئے علماء نے اسے مستحب قرار دیا ہے.............میلاد شریف کی محفلیں:

☆ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا مظہر ہیں

☆ سنت وسیرت کی معرفت کا ذریعہ ہیں

☆ محبت رسول ﷺ میں گرمی وحرارت پیدا کرنے کا باعث ہیں

☆ اس نعمت کبری پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے کا وسیلہ ہیں

☆ تبلیغ ودعوت اور سماجی اصلاح کا پلیٹ فارم ہیں

☆ دینی جذبات کے فروغ کا سبب ہیں

☆ اسلامی اخوت اور اجتماعیت کی آئینہ دار ہیں

☆ صدقات وخیرات کے ذریعے فقیروں اور محتاجوں کے تعاون کا موقع ہیں

اور یہ تمام امور شریعت کے مطلوب ہیں لہذا ان امور کی تکمیل اور بجا آوری کا زریعہ یعنی میلاد شریف کی محفلیں بھی شرعا مطلوب ہوں گی۔

لیکن یادرکھئے کہ :

میلاد شریف کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہرگزنہیں ہے کہ اسے جس طرح چاہے منایا جائے یا اس کے انعقاد میں شریعت کے تقاضوں کو فراموش کردیا جائے، بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پاکیزہ اور روحانی محفل کے تقدس واحترام کا ایسا خیال رکھا جائے، جو صاحب میلاد ﷺ کے مقام سامی اور عظمت گرامی کے شایانِ شان ہو۔ میلاد شریف کی محفلوں کو غیر سنجیدہ ماحول، فضول گو شاعروں، جاہل اور پیشہ ور واعظوں، موضوع اور بے اصل روایتوں، اسراف و تبذیر کے مظاہروں اور اظہار ذات ونام ونمود کی کوششوں سے دور بہت دور رکھنا چاہئے۔

☆☆☆

مصنف کتاب

حافظ ابن کثیر

حافظ ابن کثیر کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ ان کا شمار بڑے علماء اور عظیم مصنفین میں ہوتا ہے۔ اسلامی علوم و ثقافت سے معمولی شغف رکھنے والا بھی ان سے واقف و آگاہ ہوگا۔ ان کے عہد سے لے کر آج تک ہر زمانے میں ان کی تصنیفات کو قبول عام حاصل رہا ہے۔ اور اسلامیان عرب و عجم ان سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

نام ونسب اور ولادت:

حافظ ابن کثیر کا نام اسماعیل بن عمر بن کثیر تھا، ان کی کنیت ابو الفدا اور لقب عماد الدین تھا۔ ان کا خاندان خالص عربی خاندان تھا جس کا تعلق بنو قیس سے تھا۔ اور وہ شافعی المذہب تھے۔

ان کی پیدائش شام میں دمشق کے قریب بُصری نامی آبادی میں ۷۰۱ھ مطابق ۱۳۰۲ء میں ہوئی غالبا یہ وہی آبادی ہے جس کا تذکرہ کتب احادیث وسیر میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والی نشانیوں کے ضمن میں ہوتا ہے۔

نشو ونما اور تعلیم:

ابن کثیر کی عمر صرف دو سال کی تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا وہ عالم دین تھے اور بصری کی مسجد میں خطیب تھے۔ ان کا خاندان ایک علمی خاندان تھا اور گھر میں ہر طرف دینی ماحول تھا۔ اور اسی علمی و دینی ماحول میں ابن کثیر کی پرورش ہوئی۔ سات سال کی عمر میں وہ اپنے بھائی

کی ساتھ حصول علم کے لئے دمشق وارد ہوئے اور پھر ہمیشہ کے لئے وہیں کے ہو گئے۔ اور وہیں کی خاک میں دفن ہوئے۔

ابن کثیر نے پہلے قرآن کریم حفظ کیا پھر تمام متداول علوم اسلامیہ کا اکتساب کیا۔ فقہ کی تعلیم برہان فزاری، کمال بن قاضی شہبہ، ابن شحنہ اور اسحاق آمدی سے حاصل کی۔ حافظ ذہبی، حافظ مزی، شیخ ابن تیمیہ اور حافظ برزالی کی صحبت میں رہے، اور ان کے افکار و نظریات سے متاثر ہوئے۔ حافظ مزی کی صاحبزادی سے نکاح بھی کیا۔ (۱۵)

ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں:

" و كان كثير الاستحضار ، قليل النسيان ، صحب ابن تيميه و صاهر المزى و تزوج بابنته ـ انتهت إليه رياسة العلم فى التاريخ و الحديث و التفسير "(۱۶)

(وہ قوی الحافظہ اور بہت زیادہ یاد رکھنے والے تھے، بہت کم بھولتے تھے، ابن تیمیہ کی صحبت اختیار کی اور حافظ مزی کی بیٹی سے شادی کر کے ان کے داماد بنے۔ تاریخ، حدیث اور تفسیر کی علمی ریاست کا ان کی ذات پر خاتمہ ہو گیا۔)

ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

" أخذ عن ابن تيميه ففتن بحبه و امتحن لسببه ، و كان كثير الاستحضار ، حسن المفاكهه، سارت تصانيفه فى البلاد فى حياته و انتفع بها الناس بعد وفاته ، و لم يكن على طريق المحدثين فى تحصيل العوالى و تمييز العالى من النازل ، و نحو ذلك من فنونهم ، و إنما هو من محدثى الفقهاء "(۱۷) (ابن تیمیہ سے اکتساب علم کیا، ان کی محبت میں گرفتار ہوئے اور اس کے سبب آزمائش کا شکار ہوئے۔ زبردست یادداشت

کے مالک تھے، اور خوب حس مزاح رکھتے تھے۔ ان کی کتابیں ان کی زندگی ہی میں ملک در ملک پھیل گئیں، اور ان کے انتقال کے بعد بھی لوگوں نے ان کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا۔ وہ عالی اسناد حدیثوں کی تحصیل، اور عالی و نازل کی تمیز جیسے علم حدیث کے فنون میں محدثین کے طریقے پر نہیں تھے۔ درحقیقت وہ فقہائے محدثین میں سے تھے۔)

ان کا شمار ایک بڑے عالم کے ساتھ ساتھ عمائدین شہر دمشق میں بھی ہوتا تھا۔ اور وہ سیاسی اور سماجی معاملوں میں بھی شریک رہتے تھے۔

تصنیفات:

ابن کثیر نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تفسیر القرآن الکریم معروف بہ تفسیر ابن کثیر

۲۔ البدایہ والنہایہ

۳۔ طبقات الشافعیہ

۴۔ التکمیل فی رجال الحدیث

۵۔ جامع المسانید العشرۃ فی الحدیث

۶۔ الباعث الحثیث الی معرفۃ علم الحدیث

ان کتابوں میں ان کی تفسیر اور تاریخ یعنی البدایہ والنہایہ کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ اور اسلامی کتب خانے میں ان دونوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

وفات وتدفین:

آخری عمر میں ابن کثیر کی بصارت زائل ہوگئی تھی۔ ۷۷۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور دمشق

کے ایک قبرستان ''مقبرۃ الصوفیہ'' میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔اسی قبرستان میں شیخ ابن تیمیہ کی بھی قبر ہے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں:

ابن کثیر کے اس مختصر رسالے کا ذکر ان کے کسی سوانح نگار نے نہیں کیا ہے۔اس کا سبب رسالے کا حجم بھی ہوسکتا ہے اور اس کی کمیابی بھی۔اس قیمتی اور نایاب کتاب کی تلاش کا سہرا ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کے سر ہے۔انھیں اس کا مخطوطہ ریاستہائے متحدہ امریکا کے شہر برنسٹن کی یونیورسٹی کی لائبریری میں دستیاب ہوا۔ جو مجموعہ یہودا کے ضمن میں قلمی رسائل نمبر ۴۰۹۸ کے مجموعے میں شامل ہے اس مجموعے میں کل سترہ رسائل ہیں، اور یہ رسالہ ورق ۹۰ آ سے ۱۰۰ آ تک پر مشتمل ہے۔اس مخطوطے کو ۷۸۶ھ میں لکھا گیا ہے یعنی ابن کثیر کی وفات کے محض بارہ سال بعد۔ ڈاکٹر منجد نے اسے پہلی بار ۱۹۶۹ء میں دار الکتاب الجدید، بیروت سے شائع کروایا۔لیکن اس میں احادیث کی تخریج بالکل نہیں کی گئی ہے،اور صرف البدایہ والنہایہ سے اس کے نصوص کا مقابلہ کیا گیا ہے۔اور بعض مقام پر سیرت ابن ہشام کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ اور اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس رسالے کے عبارات ونصوص کے صحت کا یقین ہو سکے، چنانچہ ڈاکٹر منجد اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ:

و قد رأينا من الواجب نشر هذا المولد حتى يحل محل ما ألفه المتأخرون فی هذا الباب ـ فضبطنا النص و قايسنا قبل كل شيئ بسيرة الرسول التى كتبها ابن كثير فی مطلع كتابه البدايه ، و التى أجاد فيها كل الإجاده ،ثم بسيرة ابن هشام التى هذبها من سيرة إبن اسحاق ـ و كان عملنا هذا للاطمئنان على صحة النص"(۱۸)

ابن کثیر نے میلاد شریف کی یہ کتاب جامع مظفری کے موذن کی خواہش پر تصنیف کیا تھا۔ دمشق کی اس مسجد کو جامع حنابلہ بھی کہتے ہیں اور اسے اربل کے سلطان مظفر الدین کوکبری (متوفی: ۶۳۰) نے تعمیر کروایا تھا، یہ وہی بادشاہ ہے جس نے سب سے پہلے موجودہ ہیئت میں جشن میلاد کا آغاز کیا تھا۔ غالباً اس مسجد کے موذن نے مسجد میں منعقد ہونے والی میلاد کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے ابن کثیر سے یہ کتاب لکھوائی ہوگی۔ یہ کتاب اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ابن کثیر ان محفلوں کے انعقاد کو جائز سمجھتے تھے۔

مترجم نے کتاب کے ترجمے کے ساتھ اس میں وارد احادیث شریفہ کی تخریج کا کام کیا ہے، اور حسب ضرورت حواشی وتعلیقات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ لیکن البدایہ کا حوالہ نہیں دیا ہے، کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے، اس رسالے کی بیشتر روایات البدایہ والنہایہ کے شروع میں موجود ہیں، جہاں ابن کثیر نے سیرت پاک کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالی اس عمل کو قبول فرمائے اور قبولیت عطا فرمائے۔ اور اسے مترجم کے لئے زاد آخرت بنائے، إنه بالإجابة جدير و إنه على كل شيئ قدير و صلى الله تعالى على خير خلقه محمد و آله و صحبه أجمعين۔

علی گڑھ سید علیم اشرف جائسی

۲۰/شعبان ۱۴۲۵ھ

۶/اکتوبر ۲۰۰۴ء

☆☆☆

حوالے:

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة أو کلمة طیبة وأنہا حجاب من النار؛ وکتاب العلم، باب من سن فی الإسلام سنة حسنة أو سیئة ومن دعا إلی ھدی أو ضلالة۔

(۳) دیکھئے: صحیح ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسیئة، حدیث رقم: ۲۶۰۱؛ وسنن ابن ماجہ، مقدمہ، حدیث رقم: ۲۰۶۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان۔

(۵) مؤطا امام مالک، کتاب الصلاة، باب بدء قیام لیالی رمضان۔

(۶) فتح الباری، ۴:۲۵۳۔

(۷) تہذیب الأسماء والصفات، ۳:۲۲، مادہ (ب د ع)۔

(۸) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل اللہم ربنا لک الحمد۔

(۹) تفصیل کے لئے دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع.

(۱۰) کتاب المصاحف، ۱۴۱۔

(۱۱) الزوراء: مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے، دیکھئے: معجم البلدان، ۳:۱۵۶۔

(۱۲) صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الأذان یوم الجمعة۔

(۱۳) فتح الباری، ۲:۳۹۴۔

(۱۴) دیکھئے: تفسیر جلالین اور تفسیر ابن کثیر، اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں۔

(۱۵) ابن کثیر کی سوانح اور اس کے مراجع کے لئے دیکھئے:

کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون، وکالة المعارف، ۱۹۴۱ء، وبیروت: دار صادر، ۱۹۶۸ء،

۱:۲۲۸۔ کحالہ،معجم المؤلفین ، دمشق:مطبعۃ الترقی،۱۹۵۸ء،۲:۲۸۴؛والزرکلی،الاعلام،بارنہم؛ بیروت: دارالعلم للملایین،۱۹۹۰ء ، ۱:۳۲۰۔

(۱۶) شذرات الذھب فی اخبارمن ذھب،بیروت: دارالکتب العلمیہ ،غیر مؤرخ،۶:۲۳۱۔

(۱۷) الدررالکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ،حیدرآباد: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، باردوم؛۱۹۷۲ء، ۴۴۵،۴۴۶۔

(۱۸) دیکھئے: مولدرسول اللہ ﷺ، بیروت دارالکتاب العلمیۃ،۱۹۶۱ء،۹،۱۰۔

میلاد ابن کثیر

(مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ وتقدیم وتخریج احادیث

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

دار العلوم جائس
جائس، رائے بریلی، یو. پی.

(۱) امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت طویل تھے نہ قصیر نہ اتنے سفید تھے کہ ناپسندیدہ ہو نہ زیادہ گیہواں رنگ والے تھے ، نہ بہت گھنگھرالے بالوں والے تھے نہ بالکل سیدھے بالوں والے ، اللہ تعالیٰ نے چالیسویں سال کے آغاز میں آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے دس سال مکہ میں قیام کیا اور ساٹھویں سال کے شروع میں آپ کا وصال ہوا اور اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس سفید بال نہیں تھے''

صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب صفۃ النبی ﷺ ومبعثہ وسنہ، حدیث رقم: ۴۳۳۰؛ مزید دیکھئے: بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۰۳۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامت تھے ، آپ کے پشت مبارک کا اوپری حصہ چوڑا تھا، آپ سارے لوگوں میں عظیم اور خوبصورت تھے ۔ آپ کی زلف مبارک آپ کے کانوں تک پہنچتی تھی آپ کے جسم پر سرخ لباس تھا میں نے ان سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا''۔ دیکھئے:

صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، حدیث رقم ۳۲۸۷؛ وصحیح مسلم، کتاب الفضائل ، باب صفۃ النبی ﷺ وأنہ کان أحسن الناس وجہا، حدیث رقم: ۴۳۰۸؛ وبیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۴۰۔

ابن کثیر

(١) ”مارأیت شیئا أحسن من النبی ﷺ کأن الشمس تجری فی وجهه، و ما رأیت أحدا أسرع فی نشیه منه کأن الأرض تُطوی له ، إنالنجتهد وإنه غیر مکترث“ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، گویا آپ کے چہرۂ مبارک میں سورج گردش کررہاہو، اور میں نے کسی کوبھی چلنے میں آپ سے زیادہ تیز رفتار نہیں دیکھا گویا بساط زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہوہم لوگ جی جان........دیکھئے: سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، حدیث رقم: ٣٥٨١؛ ومسند احمد، حدیث رقم: ٨٢٤٩، ٨٥٨٦، ٢: ٣٥٠، ٣٨٠۔

(۱) امام احمد اپنی سند سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ: ”لما کان یوم البدر اتقینا المشرکین برسول الله ﷺ ، و کان أشد الناس بأسا“ **بدر کے دن ہم مشرکین سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیا کرتے تھے۔ اور آپ سب سے زیادہ قوی تھے۔**

دیکھئے: مسند احمد، مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، حدیث رقم:۹۹۱، ۱:۸۶۔

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل، حدیث رقم: ۱۲۳۳۔

(۱) سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ما جاء فی صفۃ الأوانی والحوض، حدیث رقم: ۲۴۰۹۔

(۱) سنن امام ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی ﷺ، حدیث رقم: ۳۵۳۸؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، حدیث رقم: ۴۲۲۱۔ مزید دیکھئے: الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ۸: ۸۱۔